ستر کے شرعی احکام اور نجی زندگی کے حقوق

ایک مطالعہ

تنویر احمد ۞

موجودہ دور میں بین الاقوامی اور ملکی قوانین کا ایک معتد بہ حصہ ان حقوق یا امور سے متعلق ہے جن کا شمار "نجی زندگی کے حقوق" میں ہوتا ہے۔ تاریخی لحاظ سے یہ حقوق دو پس منظر رکھتے ہیں: ٹیکنالوجی کی ترقی اور انسانی حقوق سے آگاہی، چوں کہ ان دونوں امور کا ظہور مغربی معاشروں میں ہوا، اس لیے قدرتی طور "نجی زندگی کے حقوق" کی تشکیل اور خدوخال میں ان معاشروں کی چھاپ ہے۔ ٹیکنالوجی کی حیرت انگیز ترقی، جس کا آغاز اٹھارویں صدی سے یورپ اور امریکہ میں ہوا ،اخبارات کے وجود، تصویر کشی و فلم بندی کے آلات کی ایجاد، ذرائع مواصلات (ڈاک اور ٹیلی فون) کے تعارف اور کمپیوٹر کے استعمال کا سبب بنی، جس سے نہ صرف جدید سماجی وسیاسی رویے وجود میں آئے جب کہ نجی زندگی کے معاملات بھی متاثر ہوئے۔[١] دوسری جانب انسانی حقوق سے آگاہی، جو واضح طور پر دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر رونما ہوئی، نے واضح طور پر رعایا پر لا محدود حکومتی اختیارات کے استعمال پر قدغن لگائی۔ اس کے نتیجے میں نجی زندگی کے حقوق کے حوالے سے فرد کے گھر اور عائلی زندگی کے تحفظ، خط وکتابت کی حفاظت، نجی معلومات کی حفاظت، آزادی سے گھومنے پھرنے کی اجازت وغیرہ جیسے امور کو بین الاقوامی اور ملکی سطح پر قانونی تحفظ کی فراہمی کے لیے قانون سازی کی گئی۔[٢]

۞ اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔
(tanveerahmad@iiu.edu.pk)

١- دیکھیے:

Ken Gormley, "One Hundred Years of Privacy," *Wisconsin Law Review*, 1992 (http://cyber.law.harvard.edu/privacy/Gormley--100%20Years%20of%20Privacy.htm, 14-1-2005); E. L. Godkin, "The Rights of Citizen: To His Own Reputation," *Scribner's Magazine*, 1890. http://www.unz.org/Pub/Scribners-1890jul-00058.

٢- دیکھیے: انسانی حقوق کا عالمی منشور، ١٩٤٨، دفعہ ١٢(کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط وکتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے گی اور نہ اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کا حق ہے کہ قانون اسے حملے یا مداخلت سے محفوظ رکھے۔) نیز ملاحظہ ہو شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی میثاق(International

بیسویں صدی کے نصف آخر میں جب مسلم دنیا کے بیشتر خطے طویل استعماری قوتوں سے آزاد ہو کر ریاستوں کی شکل میں ظہور پذیر ہوئے تو انھوں نے دیگر قانونی مسائل کے علاوہ نجی زندگی کے حقوق سے متعلق امور کو ورثے میں پایا۔ دوسری طرف جغرافیائی سرحدوں کی پابندیوں سے آزاد ٹیکنالوجی کی ترقی نے موجودہ دنیا کو گلوبل ولیج بنا دیا۔ اس پس منظر میں پیش آمدہ قانونی مسائل پیچیدہ اور تہ دار ہیں۔ یہ تہیں تاریخی، جغرافیائی، سماجی، معاشی، معاشرتی، اخلاقی وغیرہ نوعیت کی ہیں۔ نجی زندگی کے حقوق اس حالت سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔

نجی زندگی کے حقوق کی وسعت اور ضخامت موجودہ تحریر کے دامن سے کئی گنا بڑی ہے، تاہم اس کا اہم پہلو جو انسانی جسم سے متعلق ہے، مسلم معاشرے کے پس منظر میں آئندہ سطور میں بیان کیا جائے گا۔ مرکزی دعوی جس پر بحث کی جائے گی وہ یہ ہے: ستر کے شرعی احکام جو بظاہر اسلامی معاشرے میں بے حیائی، عریانی اور فحاشی کی روک تھام کے اسباب فراہم کرتے ہیں یا بالفاظ دیگر معاشرے کی جنسی اخلاقیات کے تحفظ کا ذریعہ ہیں، اُن مصالح اور مقاصد کی بھی حفاظت کرتے ہیں جو موجودہ دور میں نجی زندگی کے حقوق کے دائرے میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اس دعوے کے اثبات یا نفی کے دلائل کی تفصیل میں جانے سے پہلے نجی زندگی کے حقوق پر ایک عمومی نظر ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ نجی زندگی کے حقوق کی ماہیت اور نوعیت

نجی زندگی کے حقوق (Privacy Rights) سے کیا مراد ہے اور موجودہ دور میں انسانی جسم سے متعلق اس کے کیا کیا اطلاقی پہلو ہیں؟ ان امور کا تفصیلی جواب موجودہ تحریر کے احاطے سے باہر ہے،[۳] تاہم اس سلسلے کے چند بنیادی نکات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ خلوت، تخلیہ، عزلت، گوشہ نشینی، تنہائی اور رازداری وغیرہ یہ وہ الفاظ ہیں جو اردو لغت میں

(Covenant on Civil and Political Rights) (۱۹/ دسمبر ۱۹۶۶ء) کی دفعہ ۱۷ جس کی عبارت انسانی حقوق کے عالمی منشور کی دفعہ ۱۲ سے ملتی جلتی ہے۔

اردن، شام، مصر، سوڈان کے دساتیر (مجریہ: ۱۹۵۲، ۱۹۷۳، ۱۹۷۱، ۲۰۰۵) کی دفعات علی الترتیب: ۱۰ اور ۱۸، ۳۱ اور ۳۲، ۴۱ اور ۴۴، اور ۳۷.

۳۔ نجی زندگی کے حقوق کے مختلف پہلوؤں پر عمومی نگاہ کے لیے مندرجہ ذیل مطالعات اہم ہیں:
W. A. Parent, “Privacy, Morality, and the Law,” *Philosophy and Public Affairs* 12:4 (1983): 269-288; Ferdinand David Schoeman, *Philosophical Dimension of Privacy: An Anthology* (Cambridge: Cambridge University Press, 1984).

انگریزی لفظ پرایویسی (Privacy) کے لیے استعمال ہوتے ہیں، تاہم ان میں کوئی لفظ مکمل طور پر Privacy کے مترادف نہیں ہے۔ لغت کی یہ مشکل ایک طرف، اصطلاحی لحاظ سے بھی Privacy کی جامع مانع تعریف کرنا اگرچہ ناممکن تو نہیں، مگر مشکل ضرور ہے۔[۴] قانونی، سیاسی اور سماجی ادب میں اگرچہ Privacy کی بہت سی تعریفیں دست یاب ہیں، تاہم ان میں سے کوئی تعریف نقص یا زیادتی سے محفوظ نہیں۔ اسی مشکل کے سبب بین الاقوامی اور ملکی سطح کے قوانین میں Privacy کی تعریف کرنے کے بجائے ان امور کا ذکر پایا جاتا ہے جن کا تعلق Privacy کے حق سے ہے۔

۴۔ اس کی کئی وجوہات ہیں: ایک یہ ہے کہ Privacy کا تعلق مختلف علوم کے شعبہ جات سے ہے، چناں چہ یہ بیک وقت فلسفہ، نفسیات، علم الاخلاق، قانون، سیاست اور دیگر معاشرتی علوم میں زیر بحث موضوع ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر علم اس کی حقیقت اپنے منفرد زاویۂ نگاہ سے دیکھتا ہے۔

دوسری وجہ اس حق کی پیدائش کا تاریخی اور علاقائی پس منظر ہے۔ یعنی جب اور جہاں اس حق سے متعلق مسائل وجود میں آتے رہے، اسی پس منظر میں Privacy کے خدوخال واضح اور اس کا مفہوم متعین ہوتا رہا۔ دیگر وجوہات میں مزید دو اہم وجہیں Privacy کے حق پر لکھی جانے والی ایک اہم برطانوی دستاویز ینگر کمیٹی رپورٹ (Younger Committee Report) میں مذکور ہیں۔ اس رپورٹ میں یہ اعتراف کیا گیا کہ علاقائی و بین الاقوامی قوانین میں قانون سازی و عدالتی سطح پر کوئی ایسی تعریف نہیں پائی جاتی جو اس حق کی ماہیت پر دلالت کرتی ہو۔ اس سلسلے میں اس رپورٹ میں پرایویسی پر جسٹس کمیٹی رپورٹ (The Justice Committee on Privacy) کا ایک اقتباس نقل کرکے اس سے مکمل اتفاق کیا گیا، وہ یہ ہے:

"اس کام کے دوران میں ہم مسلسل ان مشکلات سے دوچار ہوتے رہے جو ایک جامع اور منطقی عبارت، جس میں Privacy کے معانی کا احاطہ کیا جاسکے یا اس کو بھرپور طور پر بیان کیا جاسکے، کی یافت میں ناکامی کا سبب بنیں۔ ہمارے نزدیک اس کے دو بنیادی اسباب ہیں:

پہلا اور اہم سبب یہ ہے کہ Privacy کے مفہوم میں ان امور کا حصہ زیادہ ہے، جن کا تعلق احساسات سے ہے، چناں چہ بہت سے امور جنھیں ہم دوسروں کی دل چسپی سے دور رکھنا چاہتے ہیں، ان کا تعلق ہمارے احساسات، عقائد اور رویوں سے ہے، جو کسی منطق میں پروئے نہیں جاسکتے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ Privacy کا دائرۂ کار معاشرے کی قدروں، رواج اور رویوں سے متعین ہوتا ہے اور یہ امور وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔" دیکھیے:

Kenneth Younger, *Report of the Committee on Privacy (cmnd. 5012)* (London: Her Majesty Stationery Office (HMSO), 1972).

۲- قانونی ادب میں دست یاب Privacy کی تعریفوں میں سے اہم تعریفیں مندرجہ ذیل ہیں:

ا) یہ تخلیہ کا حق ہے جسے استعمال کرتے ہوئے ایک شخص دوسرے افراد کو اس بات کا پابند کرتا ہے کہ وہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں اور اس سے وابستہ امور میں مداخلت نہ کریں۔[۵]

ب) ذاتی و نجی معلومات پر مکمل اختیار کا حق جس کے ذریعے متعلق شخص اپنی معلومات کی دوسرے افراد تک رسائی کو کمیت، کیفیت اور وقت کے لحاظ سے کنٹرول کر سکتا ہے، نیز اس میں خط و کتابت اور مراسلات کی رازداری بھی شامل ہے۔[۶]

ج) فرد کو ریاست یا دوسرے افراد یا گروہ کی مداخلت کے بغیر اپنے امور میں فیصلہ کرنے کا اختیار۔[۷]

۳- Privacy سے متعلق وہ امور جن پر بین الاقوامی اور ملکی سطح پر قانون سازی ہوئی ہے، ان کا تعین بھی حتمی نہیں ہے؛ تاہم اس سلسلے میں نورڈک کانفرس برائے Privacy ۱۹۶۷ء (سٹوک ہولم) کی سفارشات Privacy کی عمومی اطلاقی حیثیت کا احاطہ کرنے کی اچھی کاوش ہے۔ یہ سفارشات Privacy کی نوعیت کو اس طرح بیان کرتی ہیں: Privacy کسی فرد کو دوسروں (افراد، ادارے اور حکومتوں) کی کم سے کم مداخلت کے بغیر اکیلے رہنے کے حق کا نام ہے اور اس میں مندرجہ ذیل امور سے حفاظت شامل ہے: (ا) فرد کی ذاتی، عائلی اور گھریلو زندگی میں مداخلت (ب) اس کی جسمانی و ذہنی سالمیت، نیز اس کی اخلاقی اور فکری آزادی میں مداخلت (ج) اس کی عزت اور ساکھ پر حملہ (د) کسی واقعہ یا حالات سے اس کا جھوٹا تعلق جوڑنے کی کاوش (ھ) اس کی ذاتی زندگی سے

۵- دیکھیے:

Louis Warren and Samuel Brandies, "The Right to Privacy," *Harvard Law Review* 4:5 (1890); Ruth Gavison, "Privacy and the Limits of Law," *The Yale Law Journal* 89: 3 (1980): 423. اور امریکی عدالتی فیصلے: Time, Inc. v. Hill, 385 U.S. 374 (1967); Doe v. Bolton, 410 U.S. 179, 213 (1973) ۔

۶- دیکھیے:

Richard A. Posner, *Economic Analysis of Law* (New York: Aspen Law and Business, 1988), 46; Arthur R. Miller, *The Assault on Privacy* (Michigan: The University of Michigan Press, 1971), 25.

۷- دیکھیے:

Jed Rubenfeld, "The Right of Privacy," *Harvard Law Review* 102:4 (1985): 784; Planned Parenthood v. Case, 505 U.S. 833 (1992).

وابستہ شرم ناک امور کا غیر متعلق موقع پر اظہار (و) اس کے نام، شناخت یا ان سے مشابہ امور کا بغیر اجازت استعمال (ز) اس کی جاسوسی، نگرانی اور اس کی گھات (ح) فرد کی خط و کتابت میں مداخلت (ت) اس کی ذاتی تحریری یا زبانی باتوں کا غیر متعلق جگہ پر استعمال (ی) کسی تعلق یا پیشہ کے حوالے سے اس کے پاس آئی ہوئی یا اس کی دی ہوئی معلومات کا نشر۔[۸]

۴- Privacy کی چار قسمیں کی جاسکتی ہیں: ایک جسم کی Privacy، دوم جگہ کی Privacy، سوم رازداری اور معلومات کی حفاظت، چہارم خط و کتابت اور دیگر مراسلات کی حفاظت۔ آئندہ سطور کا دائرہ بحث جسمانی Privacy تک محدود ہوگا۔

۲- انسانی جسم کی Privacy

انسانی جسم کو دیکھنے، چھونے، ان سے صادر ہونے والے چند اعمال کا مشاہدہ کرنے نیز کسی فرد کی اندرونی یا بیرونی جسمانی تفصیلات کو جاننے، اس کو جمع اور استعمال کرنے کے متعلق امور مجموعی طور پر جسمانی Privacy کے مرکزی موضوعات ہیں۔ بنیادی طور پر یہ امور انسان اور اس کے جسم کی کرامت کے تصور سے مربوط ہیں جو سبھی ادیان (سماوی اور غیر سماوی) اور قانونی نظاموں میں پایا جاتا ہے۔[۹] انسانی جسم کی پرایویسی کی کیوں کر حفاظت کی جائے؟ اس کی وجوہات یا بالفاظ دیگر اس سے وابستہ مفادات کا ذکر اخلاقی، سماجی، نفسیاتی، دینی اور قانونی مباحث میں دست یاب ہے، تاہم قانونی لحاظ سے انھیں دو مرکزی عناوین کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے: عزت اور سماجی حیثیت

۸- نورڈک کانفرنس برائے پرایویسی (۲۲-۲۳ مئی، ۱۹۶۷)۔ متعلقہ متن یہ ہے:

The Right to Privacy is the right to be let alone to live one's own life with the minimum degree of interference. In expanded form, this means: The right of the individual to lead his own life protected against: (a) interference with his private, family and home life; (b) interference with his physical or mental integrity or his moral or intellectual freedom; (c) attacks on his honour and reputation; (d) being placed in a false light; (e) the disclosure of irrelevant embarrassing facts relating to his private life; (f) the use of his name, identity or likeness; (g) spying, prying, watching and besetting; (h) interference with his correspondence; (i) misuse of his private communications, written or oral; (j) disclosure of information given or received by him in circumstances of professional confidence. (https://www.icj.org/wp-content/uploads/2013/06/Right-to-privacy-seminar-report-conclusions-1967-eng.pdf (21-09-2017)).

۹- دیکھیے: باب ہفتم "The Wisdom of the Body" در Seyyed Hossein Nasr, *Religion and the Order of Nature* (New York/Oxford: Oxford University Press, 1996), 235-69.

کی حفاظت اور جسم و دماغ کی سالمیت۔ اگرچہ یہ عناوین یا مفادات اپنی اپنی الگ شناخت رکھتے ہیں، تاہم جسمانی Privacy کے حوالے سے ان سے متعلق امور آپس میں پیچ خوردہ ہیں اور ان میں عزت اور سماجی حیثیت والا پہلو نمایاں ہے۔ اسی بنا پر آئندہ سطور میں آخر الذکر مفاد کو اجمالی طور پر بیان کیا جائے گا۔

جسمانی پرایویسی اور عزت و مقام کی حفاظت

انسان کا معاشرے میں مقام و مرتبہ (Status and Standing) اور عزت (Honour) اس کا سب سے قیمتی اثاثہ ہوتی ہے۔ یہی مقام و مرتبہ اور عزت افراد کو ایک جگہ طویل عرصے تک سکونت اختیار کرنے پر ابھارتی ہے جو کسی بھی معاشرے اور تہذیب کی پیدائش وبقا کے لیے لازمی عنصر ہے۔ انیسویں صدی کے معروف سماجی اہل قلم گوڈکن کے بقول "ذاتی عظمت (Personal Dignity) مہذب زندگی کا ایک خوب صورت پھول ہے۔ اس (ذاتی عظمت) کی جتنی کثرت ہوگی، معاشرہ اتنا ہی صحت مند ہوگا۔ یہ عزت نفس (Respect Self) کی واحد قسم ہے جو نہ تو آسانی سے حاصل کی جاسکتی ہے، بلکہ ایک معزز زندگی گزارنے کے لیے اس کا وجود لابدی ہے۔ پرایویسی کے بغیر اس عظمت کی نشوونما اور بقا مشکل ہے۔

اسی سے جڑا ہوا مفاد جس کے بیش تر پہلوؤں کی حفاظت Privacy سے ممکن ہے وہ جسم اور ذہن کی سالمیت (Integrity of Body and Mind) سے معنون ہے۔[10] اس سالمیت کا ایک مظہر اپنے آپ کو شرم سار ہونے سے بچانا ہے، جو اپنے اعضائے صنفی کو چھپانے یا ان سے صادر ہونے والے اعمال کو تنہائی میں کرنے سے ممکن ہوتا ہے۔

ان دونوں مفادات پر براہ راست ضرب انسان کے ستر کو پامال کرنے یا اس کے تنہائی کے مقام پر بغیر اجازت نظر ڈالنے سے ہوتی ہے۔ چناں چہ روزمرہ کے میل جول میں انسان کا کسی دوسرے کے سامنے عریاں ہونا یا اس کے تخلیے میں مداخلت اسے ذہنی اذیت اور صدمے سے دوچار کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی شخص کو ذہنی اذیت پہنچانے کے لیے اس کو عریاں کرنا قدیم دور سے ایک حربے کے طور پر استعمال ہوتا آرہا ہے۔ چناں چہ اہل روم کے ہاں مفتوحہ علاقے کے قیدیوں کو عریاں باندھا جاتا تھا۔[11] حال ہی میں عراق میں واقع

---

۱۰ – اس سالمیت کے کئی پرت ہیں جن کی پرایویسی کے علاوہ دیگر حقوق حفاظت کرتے ہیں۔

۱۱ – ملاحظہ ہو:

Sara Elise Phang, *Roman Military Service: Ideologies of Discipline in the Late and Early Principate* (Cambridge: Cambridge University Press, 2008), 140.

ابو غریب نامی جیل میں قیدیوں کی تذلیل کے عام واقعات میں عریاں کرنا سر فہرست تھا۔[۱۲] بد قسمتی سے وطن عزیز میں بھی مخالفین کو اذیت دینے کے لیے ان کی خواتین کو سر عام عریاں کرنے کا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے تاہم اس کے سدباب کے لیے سخت سزا مقرر کی گئی ہے۔[۱۳]

آئندہ سطور میں یہ جاننے کی کوشش کی جائے گی کہ شریعت اسلامی کے مقرر کردہ ستر کے احکام Privacy سے وابستہ مذکورہ بالا مفادات کا کس حد تک تحفظ کرتے ہیں۔

ستر سے متعلق شرعی احکامات اور جسمانی پرایویسی کے مقاصد کا تحفظ

شریعت اسلامیہ میں عورۃ یا ستر کے احکام سے متعلق معلومات - جو ان کے تاریخی، تشریعی اور معاشرتی پس منظر پر بھی روشنی ڈالتی ہیں - کے بغور مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ احکام اپنی لمیّت یا مقاصد کے حوالے سے انسانی جسم کی حرمت اور عزت کی حفاظت (حفظ العرض) کی بنیادوں پر قائم ہیں جو کہ مجموعی طور پر امور احترام انسانیت (کرامة الإنسان) کا ایک پہلو ہے۔ اس کی تائید مندرجہ ذیل حقائق سے ہوتی ہے۔

اول: جسم کی پرایویسی کا انسان کی بنیادی ضرورت ہونے کا اعتراف

شریعت اسلامی کی نصوص اس حقیقت کی صراحت سے معترف ہیں کہ اعضائے صنفی کو ڈھانپنا انسان کی جبلت میں شامل ہے۔ اسی بنا پر حضرت آدم اور حواء علیہما السلام کے جنت میں قیام کے وقت جن چار بنیادی نعمتوں سے نوازا گیا تھا ان میں سے ایک نعمت جسم کا لباس کا مہیا ہونا بھی تھا۔[۱۴] "إنك أن لا تجوع فيها ولا تعرى وأنك لا تظمأ فيها ولا تضحى." (یہاں (بہشت میں) نہ تم بھوکے رہو گے اور نہ ننگے

۱۲- ملاحظہ ہو:

Seymour M. Hersh, "Torture at Abu Ghraib: American Soldiers Brutalized Iraqis. How far up does the Responsibility Go?" *The New Yorker*, May 10, 2004.

۱۳- قانون تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۳۵۴ (الف) کے الفاظ یہ ہیں:

Whoever assaults or uses criminal force to any woman and strips her of her clothes and, in that condition, exposes her to the public view, shall be punished with death or with imprisonment for life, and shall also be liable to fine.

۱۴- القرآن ۲۰: ۱۱۸۔

اور تمھیں نہ پیاس لگے گی اور نہ ہی دھوپ۔) اور جب شجرۂ ممنوعہ کے پاس جانے کے جرم کی پاداش میں لباس کی نعمت چھن گئی تو جس طرح انھوں نے پتوں سے اپنا ستر ڈھانپنے کی کوشش کی،[۱۵] اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نہ صرف اپنے جسم کو ڈھانپنا انسان کی فطرت اور جبلت کا حصہ ہے، بلکہ دوسروں کے آگے عریاں ہونا بھی اس کے لیے انتہائی اذیت ناک ہے۔ اس کی تائید ایک موقوف روایت سے ہوتی ہے جس کو امام طبری (۳۱۰ھ) نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ آدم عَلَیہِ السَّلام (قد و کاٹھ میں) کھجور کے درخت کی طرح لمبے تھے اور آپ کے سر کے بال گھنے تھے۔ جب آپ سے غلطی سرزد ہوئی تو آپ کا محل ستر آپ پر ظاہر ہونے لگا، جسے آپ نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اس حالت میں جب آپ بھاگنے لگے تو ایک درخت آپ کے سامنے آیا جس نے آپ کے بالوں کے ذریعے آپ کو پکڑ لیا۔ آپ نے کہا مجھے چھوڑ دو تو اس نے کہا کہ میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ اسی دوران میں اللہ تعالی نے پکارا: اے آدم کیا تو مجھ سے فرار ہونا چاہتا ہے! تو انھوں نے نہیں، لیکن مجھے (اس حالت میں) آپ سے حیا آرہی ہے۔[۱۶]

دوم: لباس بنانے کا ہنر اور پہننے کے شعور کی نعمت

شریعت اسلامیہ کے احکامات میں سے لباس کے متعلق حکم کو ایک انفرادی حیثیت حاصل ہے جس کی وضاحت اس آیت مبارکہ سے ہوتی ہے ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ

۱۵۔ القرآن: ۷: ۲۲؛ ۲۰: ۱۲۱۔

۱۶۔ كان آدم كأنه نخلةٌ سَحُوق كثيرُ شعر الرأس، فلما وقع بالخطيئة بدت له عورته، وكان لا يراها، فانطلق فارًّا، فتعرضت له شجرة فحبسته بشعره، فقال لها: أرسِليني! فقالت: لست بمرسلتك! فناداه ربه: يا آدم، أمنّي تفرّ؟ قال: لا ولكني استحييتك. (ابن جریر الطبری، **جامع البيان عن تأويل آي القرآن (تفسير الطبري)**، تحقیق، عبد اللہ بن المحسن الترکی و عبد السند حسن یمامہ (قاہرہ: مركز البحوث و الدراسات العربية والإسلامية بدار هجر، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء)، ۱۰: ۱۱۱؛ امام ابن کثیر نے اس حدیث کے بارے میں یہ کہا ہے: ”وقد رواه ابن جرير، وابن مَرْدُويه من طُرُق، عن الحسن، عن أبيّ بن كعب، عن النبي صلى الله عليه وسلم، والموقوف أصحّ إسنادا.“ (دیکھیے: اسماعیل بن عمر بن کثیر، **تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر)** (قاہرہ: مطبعة الاستقامة، ۱۹۵۶ء) ۲: ۲۰۶)۔

التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾[۱۷] (اے اولاد آدم ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمھارا ستر ڈھانکے اور تمھارے بدن کو زینت دے اور جو پرہیز گاری کا لباس ہے وہ سب سے اچھا ہے۔)

مذکورہ آیت میں لباس کو اللہ کی جانب سے نعمت کے طور پر بنی نوع انسان کے لیے اتارے جانے کی تعبیر استعمال کی گئی ہے ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا﴾۔ لباس یا پوشاک حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد پر نازل کرنے سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مفسرین کے ہاں کئی اقوال ملتے ہیں؟ چناں چہ ایک رائے یہ ہے کہ "نازل کرنے" سے مراد "پیدا کرنا" ہے۔[۱۸] جب کہ دوسری رائے یہ ہے کہ اس سے مراد انسانوں کو "لباس بنانے کی صلاحیت بخشنا" ہے۔[۱۹] اسی طرح چند مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا آسمان سے بارش نازل کرنا مراد ہے جو ان نباتات کو پیدا کرتی ہے جس سے لباس بنتا ہے۔[۲۰] کاتب کے نزدیک شیخ ابن عاشور کی رائے نص قرآنی کے سیاق وسباق کے ساتھ زیادہ موزوں معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہاں نازل کرنے کی تعبیر کا استعمال لباس کی عظمت کے لیے ہوا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ

> اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت آدم علیہ السلام کو بذریعہ الہام یہ سکھانا کہ وہ جنت کے پتوں سے اپنا جسم ڈھانپ لیں در حقیقت ان پر ایک احسان تھا جس کی (جسم کو ڈھانپنے اور لباس بنانے کی صلاحیت کی تعلیم) اولاد آدم بھی رہین ہے، اس لیے اس آیت میں خطاب (حضرت آدم علیہ السلام کے بجائے) ان کی اولاد کو اس انداز سے کیا گیا جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ احسان ان کو ورثے میں ملا ہے۔ اور یہی امر اس احسان پر شکر گزاری کا داعیہ اور تقاضا زیادہ قوت سے پیدا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لباس (کے وسائل کی فراہمی میں سہولت اور اس کے استعمال کرنے کی صلاحیت کو) "نازل" کرنے سے تعبیر کیا گیا۔ لباس تہذیب انسانی کا سب سے پہلا مظہر ہے، کیوں کہ یہ اللہ کی جانب سے لوگوں پر نازل کیا گیا ہے یا یہ اللہ کی جانب سے تحفہ تھا جس کو لیے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام جنت سے دنیا میں

۱۷- القرآن ۷: ۲۶۔

۱۸- ابو محمد الحسین البغوی، تفسیر البغوي (المسمى معالم التنزيل)، تحقیق، خالد عبد الرحمن العک، مروان سوار (بیروت: دار المعرفة، ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء)، ۲: ۱۵۴۔

۱۹- محمد بن احمد القرطبی، الجامع لأحكام القرآن لمحمد بن أحمد القرطبي (تفسير القرطبي) (قاہرہ: مطبعة دار الكتب المصرية، ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء)، ۷: ۱۸۴۔

۲۰- ابو الحسن علی بن حبیب الماوردی، النكت والعيون للإمام الماوردي (تفسير الماوردي)، تحقیق، خضر محمد خضر (کویت: مطابع مقهوي، ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء)، ۲: ۲۰؛ قرطبی، مصدر سابق، ۷: ۱۸۴۔

تشریف لائے تھے۔[۲۱]

آیت میں ذکر کردہ لباس سے متعلق تشریعی احکامات کے دو مرکزی مقاصد بیان کیے ہیں: ستر پوشی اور حصول زینت؛ ظاہر ہے کہ ان دونوں امور سے کرامت انسانی کی حفاظت اور عزت کا دفاع مقصود ہے۔

سوم: جسم کی Privacy سے متعلق شعور و آگاہی کی فراہمی

Privacy عموماً اور جسم کی Privacy خصوصاً بنیادی طور پر ایک سماجی پیداوار (Social Construct) ہے یعنی اس کے ادراک، اس میں شامل امور اور اس کے بارے میں حساسیت معاشرتی، اخلاقی اور معاشی رویوں سے ہوتی ہے اور ان رویوں کی تشکیل میں مذہب ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔[۲۲]

اس پس منظر میں یہ بات ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اسلام نے اپنے احکامات کے ذریعے ایسے ماحول کو جنم دیا جس میں ان اقدار کا تحفظ کیا گیا جو موجودہ دور میں Privacy کی اقدار شمار کی جاتی ہیں۔

اس سلسلے میں سب سے اہم وہ مظاہر - دینی و سماجی - جن میں عریانی کا اظہار ہوتا تھا، ان کے خلاف اسلام نے عدم برداشت کا رویہ اپنایا۔ مثال کے طور پر بیت اللہ کے طواف کرتے وقت عریاں ہونے کی رسم[۲۳] جو اس دعوے پر جاری تھی کہ اس کا ہمیں اللہ نے حکم دیا ہے ﴿وَإِذَا فَعَلُوا۟ فَاحِشَةً قَالُوا۟ وَجَدْنَا عَلَيْهَآ

۲۱- ولما كان إلهام الله آدم أن يستر نفسه بورق الجنة منة عليه، وقد تقلدها بنوه، خوطب الناس بشمول هذه المنة لهم بعنوان يدل على أنها منة موروثة، وهي أوقع وأدعى للشكر، ولذلك سمي تيسير اللباس لهم وإلهامهم إياه إنزالا، لقصد تشريف هذا المظهر، وهو أول مظاهر الحضارة، بأنه منزل على الناس من عند الله، أو لأن الذي كان منه على آدم نزل به من الجنة إلى الأرض التي هو فيها.
(محمد طاہر ابن عاشور، **تفسیر التحریر و التنویر** (تونس: الدار التونسیه للنشر، ۱۹۸۴ء)، ۸ (۲): ۷۳- ۷۴۔

۲۲- دیکھیے:
Mohsen Kadivar, "An Introduction to the Public and Private Debate in Islam," *Social Research* 70:3 (2003): 659-80.

۲۳- قبیلہ قریش اور ان کی اولاد اپنے آپ کو حُمس کہلاتے تھے اور حرم کی پاسبانی کی وجہ سے دوسرے قبیلے ان کی عزت کرتے تھے۔ اس عزت اور تقدیس کے نتیجے میں چند عقائد و رسومات عرب میں رواج پا گئی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ عقیدہ تھا کہ کپڑے پہن کر طواف کرنا صرف حمس کا حق تھا۔ دوسرے لوگ طواف کرنے کے لیے ان سے کپڑے مانگا کرتے تھے کیوں کہ ان کا خیال تھا کہ چوں کہ ان کے اپنے کپڑوں میں معصیت کے کام سرزد ہوئے ہیں اس لیے ان کو پہن کر طواف کرنا جائز نہیں ہے۔ جن کو حمس سے لباس مل جاتا وہ تو اس کو پہن کر طواف کرتا اور جس کو نہ ملتا تو وہ برہنہ حالت میں ہی

﴿اٰبَآءَنَا وَاللّٰہُ اَمَرَنَا بِھَا ؕ﴾ کو اللہ تعالیٰ نے سختی سے رد کرتے ہوئے فرمایا: کہہ دیجیے کہ بے شک اللہ بے شرمی کے کاموں کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ سے وہ بات منسوب کرتے ہو جس کا تم کو علم نہیں ﴿قُلْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (۲۴)

اسی طرح حدیث کی کتب میں کئی مواقع کا ذکر ہے جہاں پر آپ ﷺ نے دینی رسومات یا روز مرہ کی زندگی میں عریاں ہونے کی ممانعت فرمائی؛ چناں چہ ایک دفعہ جب آپ ﷺ کا گزر قریش کے چند نوجوان پر ہوا جو تہبند اتار کر ننگے مقابلہ کر رہے تھے (اور راہ گیر ان کا یہ فعل اُن کے مقدس ہونے کی بنا پر ٹھیک سمجھ رہے تھے) تو آپ نے اس فعل کو بے حیائی کی بنیاد پر سخت ناپسند کیا۔ (۲۵)

آپ ﷺ کا حضرت بہز بن حکیم کے دادا کے ساتھ مختصر مکالمہ جسم کے ستر کی ضرورت اور اس کا شعور پیدا کرنے میں شریعت کے کردار کو واضح کرتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا:

طواف کرتا۔ اس رسم کا اطلاق مرد وزن دونوں پر تھا۔ (دیکھیے: محمد بن اسماعیل البخاری، **صحيح البخاري**، كتاب الحج، باب الوقوف بعرفة (قاہرہ: المطبعة السلفية، ۱۴۰۰ھ)،۱: ۵۱۰، رقم: ۱۶۶۵؛ الماوردی، **النكت والعيون (تفسير الماوردي)**،۲ :۲۰؛البغوی، **معالم التنزيل**،۲: ۱۵۴۔

۲۴- القرآن ۷: ۲۸۔

۲۵- حدثنا هارون، حدثنا عبد الله بن وهب، حدثنا عمرو، أن سليمان بن زياد الحضرمي، حدثه أن عبد الله بن الحارث بن جزء الزبيدي، حدثه: أنه، مر وصاحب له بأيمن وفتية من قريش قد حلوا أزرهم، فجعلوها مخاريق يجتلدون بها، وهم عراة، قال عبد الله: فلما مررنا بهم قالوا: إن هؤلاء قسيسون فدعوهم، ثم إن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج عليهم، فلما أبصروه تبددوا، فرجع رسول الله صلى الله عليه وسلم مغضبا، حتى دخل وكنت أنا وراء الحجرة، فسمعته يقول: ”سبحان الله، لا من الله استحيوا، ولا من رسوله استتروا“، وأم أيمن عنده تقول: استغفر لهم يا رسول الله قال عبد الله: ”فبلأي ما استغفر لهم.“ (احمد بن حنبل الشیبانی، **مسند احمد بن حنبل**، (سند الشامين)، تحقیق، شعیب الأرنؤوط، عادل مرشد، عامر غضبان (بیروت: مؤسسة الرسالة،۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۹ء)،۲۹: ۲۴۹–۲۵۰، رقم:۱۷۷۱۱)۔

عوراتنا ما نأتي منها وما نذر؟ قال «احفظ عورتك إلا من زوجتك أو ما ملكت يمينك» قال: قلت: يا رسول الله، إذا كان القوم بعضهم في بعض؟ قال: «إن استطعت أن لا يرينها أحد فلا يرينها» قال: قلت: يا رسول الله إذا كان أحدنا خاليا؟ قال: «الله أحق أن يستحيا منه من الناس»[۲۶]

(یارسول اللہ ﷺ ہم اپنا ستر کس پر ظاہر کریں اور کس سے چھپائیں؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی بیوی اور باندی کے علاوہ ستر کی حفاظت کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ، اگر برادری کے لوگ ملے جلے رہتے ہوں تو؟ فرمایا کہ اگر تمھیں یہ قدرت ہے کہ تمھارا ستر کوئی نہ دیکھے تو چاہیے کہ تمھارا ستر کوئی نہ دیکھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، اگر ہم میں سے کوئی تنہائی میں ہو تو؟ فرمایا کہ بہ نسبت اور لوگوں کے اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہیں کہ ان سے حیا کی جائے۔)

یہ واقعات اس بات پر روشنی ڈالتے ہیں کہ شریعت اسلامی نے کن مختلف احوال میں معاشرے میں رائج عریانی کے تصورات اور مظاہر کو ختم کیا اور جسمانی Privacy سے متعلق اقدار کو کس طرح معاشرے میں پروان چڑھایا۔ یہاں اس حقیقت کا اظہار کرنا ضروری ہے کہ اسلام کے تشکیل کردہ معاشرے کے برعکس مغربی معاشرے جہاں سے معاصر Privacy کے حقوق کا تعلق جڑتا ہے، ان میں جسم کی Privacy کا شعور وادراک کی تاریخ پرانی نہیں ہے؛ چناں چہ گوڈکن لکھتے ہیں:

Privacy واضح طور پر ایک جدید پیداوار اور تہذیب کی آسائشوں میں سے ایک ایسی آسائش ہے جس کا حصول تو کجا، اس کا خیال بھی قدیم معاشروں میں نہ تھا۔ وحشیوں کو نہ تو Privacy حاصل تھی، نہ اس کی خواہش اور نہ ہی یہ ان کے خواب وخیال میں تھی۔ خیموں اور جھونپڑیوں کے مکین یقینا اس سے آگاہ نہ تھے۔ انگلستان میں واقع ہمارے قدیم آباواجداد کے گھر ایک کمرے پر مشتمل ہوتے تھے، جہاں پر مالک، مالکن اوران کے خدام کھانا پکاتے، کھاتے اور سوتے تھے۔ اس صورت حال میں پہلی مادی تبدیلی ان مکانات میں خواب گاہوں اور بعد میں بیٹھکوں کا اضافہ تھا جس نے گھر کے سربراہوں کے لیے یہ ممکن بنایا کہ وہ بڑے کمرے کے شور اور مشاہدے سے فرار ہو (کر یہاں پناہ لے) سکیں۔

امیر لوگوں کی رہائش گاہوں میں ایک دل کش چیز یہ بھی تھی کہ وہاں کے رہائش پذیر افراد کے لیے علی حدہ علی حدہ رہنے کا انتظام تھا۔ یہ تمام بہتریاں جو حالیہ زمانے میں غریب افراد کی رہائش گاہوں میں بھی رونما ہوئی ہیں ان کا رخ

۲۶- سلیمان بن الاشعث السجستانی، **سنن أبي داؤد**، كتاب اللباس، باب ما جاء في التعري، تحقیق، محمد محی الدین عبدالحمید (بیروت: المكتبة العصرية، س ن)، ۴: ۴۱- ۴۲، رقم: ۴۰۱۷۔

زیادہ جگہ کے حصول کے بجائے علی حدہ کمروں کے اضافے کی جانب ہے۔[۲۷]

اس کے برعکس اسلام کی پیدائش کا خطہ جہاں تمدن اور دولت کی فراوانی نہیں تھی اور گھروں میں جگہ کی تنگی کے باوجود ان رہائش گاہوں میں داخلے کی اجازت کے عمومی اور خاص طور پر گھر کے اندر خاص اوقات میں خصوصی داخلے کی اجازت کے احکام واضح طور پر اس تخلیے کا شعور پیدا اور اس کا تحفظ کرتے ہیں جس میں مخل ہونے سے انسان کو شرمندگی اور کرب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سورۃ النور کی آیت ۵۸ میں اسی ناخوش گوار صورت حال سے بچنے کے لیے گھر کے اندر خاص اوقات، جن میں انسان بے لباس ہو سکتا ہے، کے دوران میں اجازت مانگنے کے احکام جاری کیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ۚ مِّن قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ الظَّهِيرَةِ وَمِن بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ۚ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ ۚ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ ۚ طَوَّافُونَ عَلَيْكُم بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾

(مومنو! تمھارے غلام لونڈیاں اور جو بچے تم میں سے بلوغ کو نہیں پہنچے تین دفعہ (یعنی تین اوقات میں) تم سے اجازت لیا کریں (ایک تو) نماز صبح سے پہلے اور (دوسرے گرمی کی دوپہر کو) جب تم کپڑے اتار دیتے ہو اور (تیسرے) عشا کی نماز کے بعد (یہ) تین (وقت) تمھارے پردے (کے) ہیں ان کے (آگے) پیچھے (یعنی دوسرے وقتوں میں) نہ تم پر کچھ گناہ ہے نہ ان پر کہ کام کاج کے لیے ایک دوسرے کے پاس آتے رہتے ہو۔ اس طرح خدا اپنی آیتیں تم سے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور خدا بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔)

27– Privacy is a distinctly modern product, one of the luxuries of civilization, which is not only unsought for but unknown in primitive or barbarous societies. The savage cannot have privacy, and does not desire or dream of it. To dwellers in tents and wigwams it must always have been unknown. The earliest houses of our Anglo-Saxon ancestors in England, even among the Thanes, consisted of only one large room in which both master and mistress, and retainers, cooked, ate, and slept. The first sign of material progress was the addition of sleeping-rooms, and afterward of "withdrawing - rooms" into which it was possible for the heads of the household to escape from the noise and publicity of the outer hall. One of the greatest attractions of the dwellings of the rich is the provision they make for the segregation of the occupants. All of the improvements, too, of recent years in the dwellings of the poor, have been in the direction, not simply of more space, but of more separate rooms. E. L. Godkin, "The Rights of the Citizens: IV. To His Own Reputation," *Scribner's Magazine*, 1890. http://www.unz.org/Pub/Scribners-1890jul-00058.

پردے یا تخلیے کے تین اوقات جن کا ذکر اس آیت مبارکہ میں کیا گیا دراصل عربوں کے ہاں استراحت کے اوقات تھے جن میں آدمی عمومی طور پر اپنی اہلیہ کے ساتھ آرام کر رہا ہوتا تھا۔ اس ضمن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت کا ذکر کرنا مناسب ہو گا جو گھروں میں پردے کے حوالے سے اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کے حالات پر روشنی ڈالتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے جب یہ پوچھا گیا کہ پوشیدہ اوقات میں اجازت لینے کے حکم پر عمومی عمل کیوں نہیں ہو رہا تو آپ نے فرمایا:

> اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر حلیم ورحیم ہیں، وہ پردہ پسند فرماتے ہیں۔ اس آیت کے نزول کے وقت لوگوں کے گھروں پر نہ پردے تھے اور نہ پردہ کے لیے کوئی دیوار یا اوٹ وغیرہ ہی ہوتی تھی۔ بعض اوقات خادم یا لڑکا یا کسی کے زیر کفالت یتیم بچہ گھر میں داخل ہو جاتا ہے اس حال میں کہ مرد اپنی بیوی سے صحبت میں مشغول ہوتا تو اللہ نے انھیں پردے کے اوقات میں اجازت لینے کا حکم فرمایا۔ لہٰذا اس کے بعد میں نے کسی کو نہیں دیکھا اس آیت پر عمل کرتے ہوئے۔ (۲۸)

مفسرین نے اس آیت کے شان نزول میں دو واقعات کا ذکر کیا ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ باوجود قدیم اور رہائشی آسائشوں سے دور معاشرے میں اسلامی تعلیمات نے کس قدر Privacy کا شعور اور احساس پیدا کیا۔ پہلا واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری لڑکے — جن کا نام مدلج بن عمرو تھا— کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلوایا۔ وقت دوپہر کا تھا۔ یہ لڑکا بغیر اجازت کے ان کے پاس ایسی حالت میں گیا جس میں حضرت عمر کو ناگواری ہوئی تو آپ نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ ہمارے معبود ہمارے بیٹوں عورتوں اور خادموں کو ان اوقات میں بغیر اجازت داخل ہونے سے منع فرما دیں۔ جب آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے آئے تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ حضرت مقاتل سے روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت مرثد رضی اللہ عنہا کا ایک بڑا لڑکا تھا۔ وہ ایسے وقت ان کے پاس بغیر اجازت آیا کہ آپ کو اس کے آنے سے ناگواری ہوئی تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں اور کہا کہ ہمارے بیٹے اور خدام ایسے اوقات میں ہمارے پاس آتے ہیں جس میں ان کا آنا ناگواری کا سبب ہوتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (۲۹)

مندرجہ بالا بیان کردہ پس منظر میں اب فقہی ادب میں موجود ستر کے احکام کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے۔

۲۸– ابوداود، **سنن أبي داود**، كتاب الأدب، باب الاستئذان في العورات الثلاث، ۴: ۳۴۹، رقم: ۵۱۹۲۔

۲۹– البغوی، **تفسير البغوي**، ۳: ۳۵۵۔

ستر کے احکامات

انسانی جسم کو دیکھنے، چھونے اور ڈھانپنے کے مسائل کے لیے فقہاے اسلام ایک عمومی اصطلاح عورۃ (جمع: عورات) استعمال کرتے ہیں تاہم عورۃ کا موضوع مستقل طور پر قدیمی فقہی ادب میں مذکور نہیں ہے۔[۳۰]

عورۃ کا لفظ اگرچہ ایک سے زائد معانی پر دلالت کرتا ہے[۳۱] ان میں سے اس کا اطلاق جسم کے اس حصے پر ہوتا ہے جسے انسان شرم یا کراہت کی بنا پر چھپاتا ہے، بالفاظ دیگر قابل ستر اعضاے جسم کو عورۃ کہا جاتا ہے۔[۳۲] نصوص شریعت میں ان قابل ستر اعضا کے لیے خاص لفظ "سوءۃ" استعمال ہوا ہے جب کہ عورۃ کے اطلاق کا دائرہ وسیع ہے۔

قابل ستر جسمانی اعضا کے تعین میں عام طور پر یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ اس فہرست میں اعضاے صنفی یقینا داخل ہوں گے، لیکن حیرت انگیز طور پر مغربی نظام ہائے قانون میں ایک مشکل بحث تصور کی جاتی ہے اور اس کا تعین رواج اور کلچر پر چھوڑ دیا جاتا ہے جو کہ تیزی سے تغیر میں رہتے ہیں۔[۳۳] اسلامی قانون میں یہ صورت حال برعکس ہے اور محل ستر کے تعین میں بہت تفصیل ہے اور اس میں غیر

۳۰۔ فقہی مصادر میں وہ مرکزی مسائل جن میں عورۃ سے متعلق مسائل کا ذکر قدرے تفصیل سے کیا گیا ہے ان میں نماز میں جسم کے مقامات کے ستر کا تعین (مالکی فقہی مصادر میں یہاں دوسرے افراد کے سامنے ستر سے متعلق تفصیل سے ذکر موجود ہے)، حج اور عمرہ میں احرام کے احکام، حظر اور اباحت کے مباحث (بعض مرتبہ اسے کتاب الاستحسان کا عنوان دیا جاتا ہے) میں نظر اور آواز سے متعلق امور (حنفی مصادر میں)، أبواب النكاح میں خطبة في النكاح (شافعی اور حنبلی فقہی مصادر میں) کی بحثیں قابل ذکر ہیں۔

۳۱۔ ابن فارس (۳۹۰ ھ) کے نزدیک ع و ر کا اطلاق دو امور پر ہوتا ہے: ایک وہ چیز یا امر جو متداول ہو۔ دوم انسان کی ایک آنکھ کا مرض اور اس کے معنی ہیں نظر پڑنے سے محفوظ۔ احمد بن فارس بن زکریا، **معجم مقاييس اللغة**، تحقیق، عبد السلام اور محمد ہارون (قاہرہ: عيسى البابي الحلبي، ۱۳۶۶ ھ)، ۴: ۱۸۴-۱۸۵۔

۳۲۔ دیکھیے: خلیل بن احمد الفراہیدی، **كتاب العين**، تحقیق، مہدی المخزومی اور ابراہیم السامرائی (قم: موسسة دار الهجرة، ۱۴۰۵ھ)، ۲: ۲۳۷۔

33 – James Q. Whitman, "The Two Western Cultures of Privacy: Dignity Versus Liberty," The Yale Law Journal, 113:6 (2004): 1155 onwards.

معمولی تنوع پایا جاتا ہے جس میں دیکھنے والے کے ہم جنس یا مخالف جنس، قریبی رشتہ دار یا اجنبی ہونے کی رعایت رکھی گئی ہے۔

۱- مرد کا مقام ستر

جمہور فقہا کے نزدیک مرد کا محل ستر اس کے ہم جنس کے اعتبار سے جسم کا وہ حصہ ہے جو ناف اور گھٹنوں کے درمیان ہے۔[۳۴] اس موقف کی بنیاد حضور اکرم ﷺ سے مروی حدیث "... ما تحت السرة إلى الركبة من العورة."[۳۵] (جو ناف کے نیچے سے گھٹنے تک ہے محل ستر ہے) ہے۔ اسی حدیث مبارک کے الفاظ سے ناف محل ستر میں داخل نہیں ہوتی، چناں چہ فقہانے صراحت کے ساتھ اس کو خارج از محل ستر قرار دیا ہے، البتہ گھٹنے کے محل ستر میں داخل ہونے کے بارے میں فقہا کی رائے مختلف ہے۔ حنفی فقہا کے نزدیک گھٹنا محل ستر میں شامل ہے، جب کہ دوسرے فقہااس کو محل ستر میں شمار نہیں کرتے۔ وجہ اختلاف حدیث میں مذکور "إلى" کی تفسیر سے ہے۔ علامہ ابن الہمام کے نزدیک حنفی موقف احتیاط کی رعایت رکھتے

۳۴- دیکھیے: برہان الدین المرغینانی، **الهداية شرح بداية المبتدئ مع فتح القدير** از کمال ابن الہمام، ۱: ۲۶۴، ۲۶۵ اور اس (شرح فتح القدیر) کا تکملہ از قاضی زادہ، **نتائج الأفكار في كشف الرموز والأسرار** (بیروت: دار الكتب العملية، ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۵ء)، ۱۰: ۳۱-۳۴؛ احمد الشنقیطی، **مواهب الجليل من أدلة الخليل** (قطر: إدارة إحياء التراث الإسلامي، ۱۴۰۳ھ /۱۹۸۳ء)، ۱: ۱۴۶- ۱۴۷ ؛ابن قدامہ المقدسی، **المغني**، تحقیق، عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی اور عبدالفتاح محمد الحلو (قاہرہ: ہجر، ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء)، ۲: ۲۸۴؛ ۹: ۵۰۴۔

۳۵- یہ حدیث امام الدار قطنی نے اپنی سند سے حضرت عمرو بن شعیب کے دادا سے روایت کی ہے الفاظ یہ ہیں: مُروا صبيانكم بالصلاة لسبع، واضربوهم عليها لعشر، وفرقوا بينهم في المضاجع ، وإذا زوج أحدكم عبدَه أمتَه أو أجيره فلا ينظر إلى ما دون السرة وفوق الركبة فإن ما تحت السرة إلى الركبة من العورة (علی بن عمر الداقطنی، **سنن الدارقطني**، تحقیق، السید عبد اللہ ہاشم یمانی، كتاب الصلاة، باب الأمر بتعليم الصلوات والضرب عليها وحدّ العورة التي يجب سترها (قاہرہ: دار المحاسن للطباعة، ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء)، ۱: ۲۳۰۔

ہوئے قائم کیا گیا ہے۔[۳۶]

شافعی فقہا کے نزدیک مرد کا سارا جسم غیر محرم عورت کے لیے محل ستر ہے۔[۳۷] مالکی فقہا کا بھی یہی موقف ہے، تاہم انھوں نے چہرے، ہاتھ اور قدم وغیرہ کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔[۳۸] حنفی فقہا کے نزدیک مرد کا محل ستر ہم جنس یا مخالف جنس کے لیے ایک ہی ہے۔

حنفی اور مالکی فقہا نے جسم کے قابل ستر حصوں (عورۃ) کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: غلیظہ اور خفیفہ یا مغلظہ اور مخففہ۔ حنفی فقہاء کے نزدیک ہر دو جنس مرد و زن کا عورۂ غلیظہ جسم کا مقام بول وبراز ہے اور باقی قابل ستر حصہ عورۂ خفیفہ میں شامل ہے۔ مالکی فقہا کے نزدیک مرد کے عورۂ مغلظہ میں مقام بول وبراز کے علاوہ خصیے بھی شامل ہیں، جب کہ عورت کے جسم کے عورۂ مغلظہ میں سینہ تا گھٹنے شامل ہیں۔[۳۹]

۳۶۔ امام ابن الہمام حدیث مبارک "ما تحت السرة إلى ركبته من العورة" سے گھٹنے کے محل ستر میں داخل ہونے کے استدلال کی نوعیت یوں فرماتے ہیں: "إن الغاية قد تدخل وقد تخرج والموضع موضع الاحتياط، فحكمنا بدخولها احتياطا وإن الركبة ملتقى عظم العورة [أي الفخذ] وغيرها [أي عظم الساق] فاجتمع الحلال والحرام ولا مميز ، وهذا في التحقيق وجه كون الموضع موضع الاحتياط".((إلى) کی دلالت میں ذکر کردہ ہدف (غایہ) کبھی شامل ہوتا ہے اور کبھی نہیں اور یہاں معاملہ احتیاط کا متقاضی ہے۔ (چناں چہ) ہم نے گھٹنے کو احتیاطا محل ستر میں شمار کیا ہے۔ گھٹنا محل ستر میں داخل ران اور اس سے خارج پنڈلی کی ہڈیوں کا جوڑ ہے، چناں چہ ان کو ڈھانپنے یا نہ ڈھانپنے کی حلت اور حرمت ایک جگہ جمع ہوگئی ہے اور کسی ایک طرف رجحان نہیں ہے، اس لحاظ سے یہ مقام احتیاط کا متقاضی ہے۔) ابن الہمام، **شرح فتح القدير**، ۱: ۲۶۵۔

۳۷۔ محمد الشربینی الخطیب، **الإقناع في حل ألفاظ أبي شجاع** (مصر: مطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، ۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰ء)، ۳: ۱۳۲۔

۳۸۔ احمد بن غنیم النفراوی محمد علیش، **منح الجليل** مطبوعہ در **شرح منح الجليل على مختصر العلامة خليل منح الجليل** (قاہرہ: المطبعة الكبرى العامرة، ۱۲۹۴ھ)، ۱: ۱۳۳؛ احمد بن غنیم النفراوی، **الفواكه الدواني** (بیروت: دار المعرفة تاريخ، س ن)، ۱: ۱۵۲۔

۳۹۔ اس تقسیم پر مبنی چند شرعی احکامات ہیں؛ مثلاً مالکی فقہا کا کہنا ہے کہ نماز کی ادائی میں عورۂ مغلظہ کے کھل جانے سے نماز کو لوٹانا واجب ہے، جب کہ عورۂ مخففہ کے کھل جانے کی صورت میں نماز کا لوٹانا اسی کے مقرر وقت میں واجب ہوگا۔ حنفی فقہا کے نزدیک گھٹنے کو ڈھانپنے کا حکم ران کے ڈھانپنے کے حکم سے ہلکا ہے۔ اس بنا پر اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اپنا یہ عضو

ب۔ عورت کا مقام ستر

جمہور فقہا کے نزدیک عورت کا مقام ستر ہم جنس صنف کے سامنے وہی ہے جو مرد کا عمومی ستر ہے یعنی ناف سے گھٹنوں تک۔[۴۰] غیر محرم مرد کے سامنے عورت کا سارا جسم مقام ستر ہے، تاہم حنفی، مالکی اور شافعی فقہا چہرہ اور ہتھیلیاں اس سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔[۴۱] فقہا کے نزدیک محرم مردوں کے سامنے وہ اعضا بھی ستر سے مستثنیٰ ہیں، جو گھر کے روزمرہ کاموں کے انجام دینے میں کھولنے پڑتے ہیں۔ ان اعضا کے تعین میں کافی تنوع پایا جاتا ہے۔ میاں بیوی کے درمیان جسم کا کوئی حصہ محل ستر نہیں، بلکہ ان کا آپس میں تعلق لباس اور بدن جیسا ہے۔

مندرجہ بالا محل ستر کے تعین اور اس کی انواع کے متعلق کئی شرعی احکامات پائے جاتے ہیں جن کا تعلق عبادات اور روزمرہ کے آپس میں میل ملاپ سے ہے۔ آئندہ سطور میں دوسرے ذکر کردہ پہلو کے حوالے سے بحث کی جائے گی۔

کو ننگا کیے ہوئے دیکھے تو اس کو نرمی سے ایسا کرنے سے منع کر دے اور اگر اس پر دوسرا شخص ایسا کرنے پر مصر رہے تو اس پر جھگڑا مت کرے۔ ران کے ننگا کرنے کی صورت میں سختی کرے اور انکار پر مار پیٹ مت کرے؛ البتہ شرم گاہ کو ننگا کرنے کی صورت میں اس کے خلاف تادیبی کارروائی کرے، اگر وہ اس کو ننگا کرنے پر مصر رہے۔

۴۰۔ المرغینانی، **الهداية مع تكملة شرح فتح القدير**، ۱۰: ۳۶؛ النفراوی، **الفواكه الدواني**، ۱: ۱۵۲، محمد الشربینی الخطیب، **مغني المحتاج إلى معرفة ألفاظ المنهاج** (قاہرہ: مصطفى البابي الحلبي، ۱۳۷۷ھ)، ۳: ۱۳۱؛ ابن قدامہ المقدسی، **المغني**، تحقیق، عبداللہ بن عبداللہ المحسن الترکی، عبدالفتاح محمد الحلو (قاہرہ: مطبع ہجر، ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء)، ۹: ۵۰۵۔

۴۱۔ علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی، **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع**، تحقیق، محمد عدنان بن یاسین (درویش) (بیروت: دارإحياء التراث العربي، ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۰ء)، ۴: ۲۹۱؛ ابو سہل السرخی، **المبسوط** (بیروت: دار المعرفۃ، ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء)، ۱۰: ۱۴۹؛ ابن شہاب الدین الرملی، **نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج** (بیروت: داراحیاء التراث العربي، ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۲ء)، ۶: ۱۹۶؛ سیدی احمد العدوی، **الشرح الكبير لمختصر الخليل لأبي البركات**؛ محمد عرفہ الدسوقی، **حاشية الدسوقي على الشرح الكبير** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۶ء)، ۱: ۳۴۶؛ ابن قدامہ، **المغني**، ۹: ۴۹۱۔

ج- شریعت اسلامی میں ستر سے متعلق چند احکامات

۱- ستر کے احکام کا تعلق متعلقہ فرد اور اس کو دیکھنے والے دونوں سے ہے۔ متعلقہ شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے قابل ستر اعضا کو ڈھانپے اور دیکھنے والے پر لازمی ہے کہ وہ قابل ستر اعضا کو دیکھنے سے اجتناب کرے۔

۲- جسم کے قابل ستر اعضا کے لیے اس لباس کو استعمال کیا جائے جو ستر پوشی کے مقاصد کو پورا کرتا ہو۔ نہ اتنا باریک ہو کہ قابل ستر اعضا دکھائی دیں اور نہ اتنا تنگ کہ اعضا کی بناوٹ واضح کرے۔

۳- محل ستر کو جیسے دیکھنے کی ممانعت ہے، اس طرح اس کو چھونے کی بھی ہے۔

۴- مقام ستر کے علاوہ جسم کے دیگر اعضا کو دیکھنا اس صورت میں جائز ہے جب ایسا کرنے میں شہوانی تسکین کا حصول مقصود نہ ہو۔

۵- ستر کے احکام کا اطلاق زندہ اشخاص کے علاوہ مردہ اشخاص پر بھی ہوتا ہے۔

۶- سوائے میاں بیوی کے کسی فرد کو اپنے ہم جنس یا مخالف جنس کے مقام ستر کو دیکھنا یا چھونا جائز نہیں۔

۷- ضرورت کے وقت قابل ستر حصے کو دیکھا جا سکتا ہے؛ تاہم یہ اجازت ضرورت اور حاجت کے قواعد کی تابع ہے۔ اس ضمن میں فقہا کے ہاں اس عمومی قاعدے پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ حرمت میں ہم جنس کی نظر مخالف جنس کی نظر کی نسبت حرمت میں ہلکی ہے۔ اس کی مزید تفصیل اور اطلاقی صورت استثنائی حالات کے تحت بیان کی جائے گی۔

د- استثنائی حالات

ستر کے احکام اگرچہ عزیمت کے زمرے میں آتے ہیں، تاہم فقہا نے ان کے اطلاق میں چند استثنائی صورتوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ صورتیں زیادہ تر عدالتی اور علاج و معالجہ کے امور سے متعلق ہیں اور اس کی بنیاد حضرت عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جس میں ان کی بلوغت جاننے کے لیے زیر ناف بالوں کو دیکھا گیا تھا۔[۴۲]

۴۲- حضرت عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب سعد رضی اللہ عنہ نے بنو قریظہ کی غزوۂ خندق میں غداری کی سزا میں ان کے مردوں کو قتل کرنے کا فیصلہ سنایا تو حضرت عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بنو قریظہ کے قیدیوں میں سے تھا، تو وہ لوگ دیکھتے کہ جس کے زیر ناف بال اگ آئے تو اس کو قتل کر دیتے اور جن کے زیر ناف بال نہیں اگے ہوتے تھے ان کو چھوڑ دیتے میں بھی ان میں سے تھا جن کے زیر ناف بال نہیں اگے تھے۔ (ابو داود، **سنن أبي داود**، كتاب الحدود، باب في الغلام

شریعت اسلامی میں زنا کے جرم کو ثابت کرنے کے لیے عینی شاہدوں کا اس قبیح فعل کو قطعی طور پر دیکھنا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ گواہ اس صورت میں گواہی دے سکتے ہیں جب وہ اعضاے صنفی اور محل ستر کے دیگر حصوں کو دیکھ سکیں گے۔ خانگی معاملات کے سلسلے میں اگر ایسے امر سے متعلق گواہی درکار ہو جس کا تعلق بیوی یا میاں کے جسم کے قابل ستر حصے سے ہو تو اس کا دیکھنا بھی جائز ہے۔ علاج معالجہ کے امور میں بھی بوقت ضرورت جسم کے قابل ستر حصے کو دیکھا جا سکتا ہے۔

عورت کا غیر محرم مرد کے سامنے ستر کا مسئلہ استشراقی اور نسائیاتی ادب کا اہم باب ہے[۴۳] تاہم اس باب سے متعلق مباحث کی تاریخ دور جدید سے پہلے کی نہیں ہے۔ جس کا تفصیلی تعارف کروانا موجودہ مقالے کی حدود سے باہر ہے؛ تاہم یہاں "نظریۂ خوف فتنہ" کا مختصراً ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حجاب اور نظریۂ خوف فتنہ

یہ نظریہ فقہا کے ہاں عورت کے جسم کے ستر کے متعلق احکامات کی علت یا لمّیت پر بحث کرتا ہے اور اپنی بنیادیں قدیم فقہا کی ان عبارتوں پر استوار کرتا ہے جس میں اجنبی عورت کو دیکھنے کی حرمت کی علت "فتنہ پھیلنے کا خوف" بتایا گیا ہے۔ اس علت کا کثرت سے ذکر بظاہر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ فقہا پردے سے متعلق احکامات کو جنسی اخلاقیات کو کنٹرول کا نظام تصور کرتے تھے، تاکہ لوگ نفسانی اور شہوانی خواہشات کی پیروی کرنے سے رکیں رہیں اور معاشرہ اخلاقی تنزّل کا شکار نہ ہو؛ تاہم نسائیات کے مکتبہ فکر سے وابستہ چند اہم شخصیات کا کہنا ہے کہ یہ ضوابط دراصل معاشرے میں مردوں کے اثر ونفوذ کو برقرار رکھنے کے لیے مردوں

یصیب الحد، ۴: ۱۴۱، رقم: ۴۴۰۴۔)

۴۳۔ عرب لباس کی تاریخ پر ممتاز مولف یدیدا کلفن سٹلمین کے نزدیک مغربی یورپ کے ہاں اسلامی لباس سے متعلق کوئی پہلو نقاب سے زیادہ اہم نہیں ہے۔ ان کے خیال میں اگرچہ یورپ میں خواتین کے لیے مختلف اقسام کے نقاب پائے جاتے تھے تاہم اس کا رواج نہ تو عام ہوا اور نہ اس کی حیثیت لازمی شے کی رہی۔ قرون وسطیٰ سے یورپ میں نقاب اوڑھنے کی تعبیر (To Take the Veil) سے مراد راہبہ (Nun) بن جانا یا خانقاہ میں داخلہ لینے کے تھے۔ جب سے خواتین کے پردے کی یہ شکل معدوم ہوتی گئی اور سماجی طور پر اس کو اختیار کرنے کا دباؤ ختم ہوا، نقاب کو مسلمانوں اور موجودہ وقت میں بنیاد پرستی کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔

Yedida Kalfon Stillman, *Arab Dress: A Short History from the Dawn of Islam to Modern Times* (Leiden: Brill, 2000), 138.

ہی نے تخلیق کیے ہیں، تاکہ وہ - اپنے خیال کے مطابق - خواتین کی تباہ کن اور مکمل طور پر مائل کر دینے والی جنسی قوت کو پابند کر سکیں۔ بین السطور اس بات کا مدعی یہ ہے کہ فقہانے عفت و عصمت کے ضوابط کا استعمال معاشرے میں مرد کی بالادستی کو قائم رکھنے کے لیے کیا ہے جسے اُس جنسی قوت سے خطرہ ہے جو عورت پائی جاتی ہے۔[۴۴]

تاہم یہ نظریہ کئی لحاظ سے واضح طور پر کم زور ہے۔ ستر کے احکامات اور اس کی جزئیات کے مطالعے سے ایک بات تو یہ سامنے آتی ہے کہ یہ احکامات صرف عورتوں کے لیے خاص نہیں ہیں، بلکہ یہ مردوں پر بھی لاگو ہیں، علاوہ ازیں ان کا اطلاق صرف مخالف جنس کے سامنے موجود ہونے سے نہیں، بلکہ ہم صنفوں کے درمیان بھی ان کا اطلاق ہوتا ہے۔ خلوت میں اور میت، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، کے لیے بھی ستر کے احکامات موجود ہیں۔ اگر ستر کے احکام سے عورت کی جنسی طور پر مائل قوت کو کنٹرول کرنا ہی مقصود ہوتا تو دیگر افراد سے متعلق ستر کے احکام کی ضرورت نہ تھی۔ ان حقائق کی روشنی میں جسم کے ستر کے احکامات کا صرف عورت کے لیے خاص ہونا اور اس بنا پر اس صنف کو پابند کرنے کا دعوی غیر حقیقی معلوم ہوتا ہے۔

دوسری بات جو ستر کے احکام کے مطالعے سے واضح ہوتی ہے کہ ان احکام کا مقصد صرف جنسی اخلاقیات کو نظم میں لانا ہی نہیں، بلکہ اس کے علاوہ اور مقاصد کی بھی حفاظت ہے۔ اگر صرف مقدم الذکر مقصد کا حصول ستر کے احکام سے متعلق ہوتا تو فقہا آزاد عورت اور لونڈی کے ستر میں فرق کیوں کرتے کہ صنفی لحاظ سے دونوں کے جسم ایک ہی طرح جنسی جذبہ ابھارنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اگر کوئی شخص کسی غیر ملکیتی

۴۴- فاطمہ مرنیسی کا دعوی ہے کہ امام غزالیؒ کے خیال میں مردوں کو اپنی سماجی اور دینی واجبات کی ادائی سے غفلت میں پڑنے سے روکنے کے لیے خواتین کو پابند کرنا بہت ضروری ہے۔ معاشرہ تب ہی قائم رہ سکتا ہے، جب ایسے نظام بنائے جائیں جو مرد کی بالادستی، مرد و زن میں علاحدگی (جیسے عفت و عصمت کے ضوابط) اور مومنوں کے لیے تعدد ازدواج کی آزادی کے ذریعے، قائم کر سکیں۔ فتنا صباح کا خیال ہے جب ہوی (شہوت)، جو کہ ایک عمومی اور مبہم تصور ہے، کو اسلامی نظام کا خفیہ دشمن، تباہی کا سبب، غیر دانش مند اور غیر معقول جذبہ قرار دیا گیا تو ہمارے علمانے اس شہوت کو دو افراد میں مشخص کر دیا، یعنی شیطان اور عورت ... یہاں عورت کو پابند کرنے کی ضرورت پیدا ہوئی، تاکہ اس کو ممکنہ حد تک بے اثر کیا جائے (جیسے پردے کے قوانین) کیوں کہ یہ شہوت کی خاص اور ٹھوس شکل ہے۔

Fatima Mernissi, *Beyond the Veil: Male-Female Dynamics in Modern Muslim Society* (Indiana: Bloomington, 1987), 41; Fatna A.Sabbah, *Women in the Muslim Unconscious* (New York: Pergamon Press, 1984), 110.

لونڈی سے زنا کرے تو اس کی سزا وہی ہے جو آزاد عورت سے زنا کی ہوتی ہے۔ اس طرح بہت سے فقہا کے نزدیک مسلم خاتون اور غیر مسلم خاتون کے درمیان ستر جنس مخالف کے سامنے ستر کی طرح ہے۔ محارم اور غیر محارم کے درمیان ستر کے احکامات میں فرق کا مقصد بے معنی ہو جاتا ہے۔

راقم کے نزدیک یہاں سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۹، جو اجنبی مردوں سے خواتین کے پردے کے احکام سے متعلق ہے، کے نزول کے پس منظر کے مطالعے سے "نظریۂ خوف فتنہ" کے حوالے سے دیگر اہم امور سے واقفیت مفید ہو گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (اے نبی اپنی عورتوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہہ دیجیے کہ وہ اپنی چادروں کا کچھ حصہ اپنے چہروں سے نیچے لٹکالیں۔ اس طرح وہ جلدی پہچانیں جائیں گی اور ستائے جانے سے محفوظ رہیں گی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔)

مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیتیں قرآنی ہجرت مدینہ کے ابتدائی ایام میں نازل ہوئیں۔ جب مکہ کے مسلمان مدینہ منورہ ہجرت کر گئے تو وہاں پر موجود انصار کے گھروں میں رہائش پذیر ہوئے۔ مدینہ منورہ میں انصار کی رہائش گاہیں تنگ تھیں اور خواتین قضاے حاجت کے لیے رات کے اندھیرے میں درختوں کے جھنڈ یا جھاڑیوں میں جایا کرتیں۔ مدینے کے فساق افراد اپنی شہوت کو پورا کرنے کے لیے راستوں میں ان کو چھیڑتے تو ان میں پاک دامن آزاد خواتین فوراً چیخنا اور چلانا شروع کر دیتیں۔ ان فساق افراد کی جب گوشمالی کی جاتی تو وہ یہ کہتے کہ ہم تو لونڈیوں کے پیچھے آئے تھے جو ہماری خواہش پوری کرنے کی اجرت لیا کرتی ہیں۔ اس پس منظر میں جب مومن خواتین نے شکایت اپنے شوہروں سے کی اور انھوں نے یہ شکایت آپ ﷺ تک پہنچائی تو مذکورہ بالا آیت نازل کی گئی۔[۴۵]

اسی پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے قدیم مفسرین نے "اَنْ يُّعْرَفْنَ" (پہچانیں جائیں) کی تفصیل یوں بیان کی ہے کہ وہ آزاد یا پاک دامن خواتین ہیں؛ چناں چہ فساق افراد ان کو چھیڑنے یا دعوت گناہ دینے سے باز رہیں اور اگر وہ پھر بھی اس حرکت کا ارتکاب کریں تو پکڑے جانے پر ان کا یہ عذر جاتا رہے کہ ہم نے اس پاک دامن خاتون کو لونڈی سمجھا تھا۔

۴۵۔ بغوی، **تفسیر البغوی**، ۳: ۵۴۳-۵۴۴۔

اس پس منظر میں یہ آیت خواتین کے لیے عوامی جگہوں پر ہراسانی کے تدارک کے لیے نازل کی گئی نہ کہ پابندی کے لیے۔ راقم کے نزدیک اس آیت کا پرایویسی کے پہلو سے مطالعہ تشنۂ تحقیق ہے، کیوں کہ جنسی ہراسانی سے تحفظ آزادی اور عزت و مرتبہ کے تحفظ کے مترادف ہے؛ بالفاظ دیگر معاصر مفہوم میں اس آیت میں نازل کردہ احکامات کا مقصد باوقار خواتین کو گھر سے باہر جنسی طور پر ہراساں ہونے سے تحفظ فراہم کرنا تھا۔[۴۶] کیوں کہ پردہ ناپسندیدہ نظروں یا غیر پسندیدہ طور پر چھوئے جانے سے حفاظت کا اہم ذریعہ ہے۔ جب کسی باوقار خاتون کو غلط نگاہ سے دیکھا یا چھوا جائے تو اس خاتون کے خاندان کی عزت کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ نامناسب حرکت طرح طرح کی افواہوں کا موجب بنتی ہے اور آخر کار یہ بات اس خاندان کی عزت اور وقار کے تباہ ہونے کا سبب بنتی ہے جس سے ان خواتین کا تعلق ہوتا ہے۔

نتائج

اوپر کی سطور میں Privacy کے حق اور اس سے وابستہ قانونی مفادات کے امور کو شرعی تناظر میں دیکھا گیا۔ اس مطالعے میں مندرجہ ذیل نکات واضح ہوئے:

پرایویسی کے تناظر میں ستر کے احکام کی نوعیت

ستر کے احکام اگرچہ جسمانی Privacy کے حق سے وابستہ مفادات کا تحفظ فراہم کرتے ہیں، تاہم یہ التزامی (obligatory) نوعیت کے ہیں۔ اس کی وجہ شریعت اسلامی میں حق کا مفہوم قانون کی اصطلاح میں حق کے مفہوم سے مختلف ہونا ہے، نیز حق کی اقسام (حق اللہ اور حق عبد) بھی متداول قانونی تقسیموں سے مختلف ہے۔ اس تقسیم بندی کے لیے حق میں موجود مصلحت اور فرد کو ساقط کرنے کی صلاحیت اہم معیارات ہیں۔ آخر الذکر معیار کے تناظر میں ستر کے احکام التزامی حیثیت کے ہیں، تاہم مصلحت یا مقاصدی لحاظ سے ان

۴۶۔ جنسی ہراسانی کے مختلف مطالعات اس حقیقت کو صراحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ اس کا شکار ہونے والے مرد و زن معاشرے میں اپنی عزت کھو دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے واقعات کے ازالے میں حائل سب سے بڑی رکاوٹ اس کے شکار ہونے والے افراد کا خاموشی اختیار کرنا ہے کیوں کہ اس کی تشہیر سے خود شکار ہونے والے فرد کی عزت و مقام گر جاتا ہے۔

Marjorie R. Sable, Fran Danis, Denise L. Mauzy and Sarah K. Gallagher, "Barriers to Reporting Sexual Assault for Women and Men: Perspectives of College Students" *Journal of American Health* 55 :3 (2006):157-162.

کی حیثیت قانون اصطلاح میں حق کی سی ہے۔

ستر کے احکام میں التزامی نوعیت ہونے کی وجہ انسانی جسم کی شرعی حیثیت جاننے سے معلوم ہو سکتی ہے جس کا اجمالی طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

انسانی جسم کی شرعی حیثیت

بیش تر جدید قانونی مباحث میں انسانی جسم سے متعلق مباحث کا تعلق دو علمی شعبوں سے ہے: ایک طب اور دوسرا انسانی حقوق۔ ان قانونی مباحث کا مدار اُس خود مختاری کی نوعیت کا تعین ہے جو کسی فرد کو اپنے جسم کے تصرفات میں حاصل ہونی چاہیے۔ اس سوال کا جواب اس امر سے وابستہ ہے کہ قانون انسانی جسم کو کس حیثیت سے دیکھتا ہے۔ اس بارے میں مباحث اور عدالتی فیصلے انسانی جسم کی مختلف پس منظروں میں مختلف حیثیتیں متعین کرتے ہیں جن میں تین مرکزی آرا ہیں؛ ایک: انسانی جسم کی حیثیت ایک ملکیتی شے کی ہے یعنی کسی شخص کو اپنے جسم پر اتنا ہی اختیار ہے جتنا اپنی کسی ملکیتی شے پر۔ دوم: انسانی جسم اگرچہ دیگر ملکیتی اشیا کی طرح نہیں ہے، تاہم اس کی قانونی حیثیت ملکیت کی سی ہے گویا یہ شبہ ملکیت کی حیثیت رکھتا ہے۔ سوم: انسانی جسم کسی طور پر ملکیتی شے نہیں ہے، بلکہ یہ Privacy کے حقوق کا موضوع ہے۔[۴۷]

جدید فقہی مباحث و فتاوی میں انسانی جسم کی حیثیت سے متعلق بحث اعضا کے عطیہ اور ان کی پیوندکاری کے حوالے سے کی گئی ہے۔[۴۸] جب کہ قدیم فقہی ادب میں اگرچہ انسانی جسم کی حیثیت سے متعلق کوئی مستقل بحث نہیں ملتی، تاہم جرائم اور عقوبات یا ان کے متعلق ابواب میں جہاں حق اللہ اور حق العبد کی بحثیں ہیں وہاں ان کے ہاں انسانی جسم کی حیثیت کے بارے میں موقف سے آگاہی کے واضح اشارات ملتے ہیں۔ ان دو قسموں کے فقہی سرمایے کو سامنے رکھتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے کہ فقہاے اسلام کے نزدیک نسانی جسم کی حیثیت ایک امانت کی ہے اور اس بنا پر انسان کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے جسم میں ایسے تصرفات

۴۷- مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے:

Radhika Rao, "Property, Privacy and the Human Body," *Boston University Law Review* 80 (2000): 359-460.

۴۸- دیکھیے: **قرار هيئة كبار العلماء** کے فقہی فیصلے نمبر: ۶۲ (بابت آنکھ کے قرینے کی منتقلی)، ۶۹ (بابت انسانی عضو یا حصے کی دوسرے انسان میں منتقلی)، ۱۸۱ (بابت عطیۂ اعضا برائے ضرورت مند مریض)۔ **مجمع الفقه الإسلامي** کے فیصلے: ۲۶(۴/۱)۱ (۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸) (بابت مردہ یا زندہ انسان کے اعضا سے دوسرے انسانی جسم کا فائدہ اٹھانا)۔

کرے جو اس امانت کے لیے نقصان دہ ہوں۔ اس سلسلے میں اگر صاحب جسم اپنے جسم کو نقصان پہنچانے کے لیے رضامند بھی ہو جائے تو اس کی رضامندی کی شرعی طور پر کوئی حیثیت نہیں ہے۔

چناں چہ امام قرافی[۴۹] حق اللہ اور حق العبد کی حقیقت، ان کے درمیان فرق اور دونوں انواع کی شرعی احکامات میں جمع ہونے کی صورتیں کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایسا حق جس کو ساقط کرنے کا اختیار شارع نے بندے کو دیا ہو تو وہ حق العبد کہلائے گا اور وہ حق جس کو ساقط کرنے کا اختیار بندے کو حاصل نہ ہو اس کو حق اللہ کہا جائے گا... اللہ تعالی نے (انسان کو) قتل یا زخمی کرنے کو حرام قرار دیا ہے، تا کہ انسان کی روح، اس کے اعضا نیز ان اعضا کے منافع کی حفاظت کی جائے۔ اور اگر انسان اپنے اس حق کو ساقط کر دے تو اس کے ساقط کرنے پر رضامندی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی یہ رضامندی نافذ ہو گی۔[۵۰]

۴۹- ابو العباس احمد بن ادریس بن عبد الرحمن (شہاب الدین الصنہاجی القرافی) مالکی فقہ کے ممتاز ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔ فقہ اور اصول فقہ میں آپ نے متعدد جلیل القدر تصنیفات تحریر کی ہیں جن میں **أنوار البروق في أنواء الفروق، الإحكام في تمييز الفتاوى عن الأحكام وتصرف القاضي والامام**، اور **الذخيرة** شامل ہیں۔ آپ کا انتقال ۶۸۴ ہجری میں ہوا۔ (خیر الدین زرکلی، **الأعلام** (بيروت: دار العلم للملايين، ۱۹۸۰ء)، ۱: ۹۴- ۹۵)۔

۵۰- مکمل عبارت یہ ہے: حق الله تعالى دون حق العبد ولا يوجد حق العبد إلا وفيه حق الله تعالى وإنما يعرف ذلك بصحة الإسقاط فكل ما للعبد إسقاطه فهو الذي نعني به حق العبد وكل ما ليس له إسقاطه فهو الذي نعني بأنه حق الله تعالى وقد يوجد حق الله تعالى وهو ما ليس للعبد إسقاطه ويكون معه حق العبد كتحريمه تعالى لعقود الربا والغرر والجهالات فإن الله تعالى إنما حرمها صونا لمال العبد عليه وصونا له عن الضياع بعقود الغرر والجهل فلا يحصل المعقود عليه أو يحصل دنيا ونزرا حقيرا فيضيع المال فحجر الرب تعالى برحمته على عبده في تضييع ماله الذي هو عونه على أمر دنياه وآخرته ولو رضي العبد بإسقاط حقه في ذلك لم يؤثر رضاه وكذلك حجر الرب تعالى على العبد في إلقاء ماله في البحر وتضييعه من غير مصلحة. ولو رضي العبد بذلك لم يعتبر رضاه وكذلك تحريمه تعالى على المسكرات صونا لمصلحة عقل العبد عليه وحرم السرقة صونا لماله والزنا صونا لنسبه والقذف صونا لعرضه والقتل والجرح صونا لمهجته وأعضائه ومنافعها عليه ولو رضي العبد (شہاب الدین احمد بن ادریس القرافی، **الفروق** (قاہرہ: مطبعة دار إحياء الكتب العربية، ۱۳۴۴ھ) ۱: ۱۴۰-۱۴۱)۔

یہاں حنفی فقہ کی کتب میں مذکور ایک فقہی ضابطے الطرف یسلک مسلک الأموال (جسم کے عضو کے معاملات مال کے معاملات جیسے ہیں) کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو بظاہر اوپر ذکر کردہ انسانی جسم کی فقہی حیثیت کے برعکس نظر آتا ہے۔ تاہم اس ضابطے سے متعلق قدر تفصیل سے حنفی فقہا کی رائے پڑھنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ فقہی ضابطہ عمومی نوعیت کا نہیں ہے، بلکہ اس کا اطلاق خاص مفہوم میں ہے۔ غالباً ملک العلماء امام کاسانی کی وضاحت اس موقع پر انتہائی واضح ہے۔ آپ جوارح (اعضا) کے قصاص کے دعووں پر بحث کرتے ہوئے نکول یمیین (مدعی علیہ کی قسم کھانے کے انکار) کے مسئلے میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بیان کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں... "جوارح میں عمومی طور پر (تصرف کی) اباحت ہے۔ اگر کسی کے بازو میں خدانخواستہ جان کش خارش ہو جائے اور وہ دوسرے کو کہے کہ اس کو کاٹ دے تو اس کے لیے یہ جائز ہوگا کہ وہ اس کی جان بچانے کے لیے وہ عضو کاٹ دے۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ جوارح کے لیے اموال جیسا معاملہ کیا جائے گا، کیوں کہ یہ مال کی طرح جان کی حفاظت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، البتہ جان (نفس)... کسی طرح اس... اباحت کا متحمل نہیں ہو سکتی۔[۵۱]

حرف آخر

Privacy سمیت قانونی تصورات خصوصاً انسانی حقوق کے مفاہیم کے خال وخط تاریخی اور علاقائی پس منظر رکھتے ہیں۔ موجودہ دور میں جب ان تصورات اور مفاہیم کا چلن عالمی سطح پر فروغ پا گیا ہے، مسلم اہل فقہ و قانون کی ذمے داری ہے کہ ان تصورات اور مفاہیم کی شناخت اپنے فقہی ورثے کی روشنی میں کریں تا کہ مغربی فکری و قانونی غلبے کے ماحول میں ان کی وہ تفسیر کی جا سکے جو ہمارے اپنے نظام قانون سے لگا کھاتی ہو۔

۵۱- والطرف يحتمل البذل والإباحة في الجملة، فإن من وقعت في يده أكلة والعياذ بالله تعالى فأمر غيره بقطعها يباح له قطعها صيانة للنفس وبه تبين أن الطرف يسلك مسلك الأموال؛ لأنه خلق وقاية للنفس كالمال، فأما النفس فلا تحتمل البذل والإباحة بحال وكذا المباح له القطع إذا قطع لا ضمان عليه والمباح له القتل إذا قتل يضمن، فكان الطرف جاريا مجرى المال. (علاء الدين ابو بكر بن مسعود الكاساني، **بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع** (بیروت: دار الكتاب العربي، ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء)، ۶: ۲۳۰۔